سلسلۂ مباحث

"اسلامی ریاست"

بحث اوّل

کارکنوں کی ذمہ داریاں اور ان کے اوصاف

از مولانا امین احسن صاحب اصلاحی

پاکستان بننے سے پہلے بھی، لیکن پاکستان بننے کے بعد خاص طور پر مولانا امین احسن صاحب اصلاحی اسلامی نظام کے مختلف پہلوؤں پر اپنے نتائجِ تحقیق کو اس طرح مرتب کرکے پیش فرمانا چاہتے تھے کہ دورِ حاضر میں اسلام کے اصولوں پر ایک نظامِ سیاست و تمدن چلانے کے لئے ہمارے تعلیم یافتہ طبقے کو ضروری رہنمائی مل جائے۔ اس سلسلے میں وہ کام کر رہے تھے کہ ان کا وجود پاکستان کی پبلک کی سیفٹی کے لئے خطرہ بن گیا اور وہ حوالۂ زنداں کر دیے گئے۔ چنانچہ بات آئی گئی ہو گئی۔ لیکن ہماری خوش قسمتی کہ ابھی چند روز پہلے ان کے کپڑوں کا ایک ٹین بکس کھولا گیا تو اس میں مذکورہ بالا تصنیف کے چند مباحث کے مسودے مل گئے۔ ہر چند یہ چند متفرق مباحث ہیں اور اس تصنیف کی تکمیل مولانا اصلاحی صاحب رہائی کے بعد ہی کر سکیں گے، لیکن ان مسودات کی اشاعت کو اس وقت تک ملتوی رکھنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ سو یہ چند مضامین جنہیں ترجمان القرآن میں بھی اور علیحدہ پمفلٹوں کی صورت میں بھی شائع کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے، مولانا کے سالہا سال کے تحقیق و مطالعہ کا نچوڑ ہیں۔ ان کو پڑھ کر ناظرین کو اندازہ ہوگا کہ فی الواقع اسلام کتنا جامع اور ہر دور کے لئے کتنا تازہ اور ہماری مملکت کے لئے کتنا استحکام بخش ہے۔

ان مضامین کی نوعیت وہ نہیں ہے جو "علمی داستان گوئی" کرنے والوں کی تحریروں کی ہوتی ہے، بلکہ یہ اسلام کی انقلابی تحریک کو زندگی و حرکت دینے والے جوہر ہیں۔ یہ واقعاتِ ماضیہ کا ٹھنڈا ٹھنڈا بیان نہیں ہے بلکہ یہ واقعاتِ ماضیہ کو واقعاتِ حال بنانے کے لئے لکھے گئے ہیں۔ اور یہی کوشش جناب مؤلف اور ان کے ساتھیوں کا وہ اصل جرم ہے جس نے انہیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیا ہے!

(ادارہ)

حکومت کے عہدے اور مناصب حصولِ عزت و جاہ اور کسبِ دولت کے نہایت کامیاب ذریعے خیال کیے جاتے ہیں اور عام طور پر ان کے متعلق لوگوں میں تصور بھی یہ ہے کہ یہ اہلِ ملک کے حقوق میں شامل ہیں۔ اس وجہ سے نہ صرف ان کے حصول کی جدوجہد جائز سمجھی جاتی ہے بلکہ اس راہ میں مقابلہ و مجادلہ، جوڑ توڑ، سازش و سفارش حتیٰ کہ رشوت و جعلسازی کے سارے فن بھی مباح سمجھ لیے گئے ہیں۔ ہر شخص اپنا حق سمجھ کر ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور چونکہ ان سے مال اور عزت دونوں کے حاصل ہونے کی توقع ہوتی ہے اس وجہ سے لوگ جواریوں کی طرح ان کے لئے بازی کھیلتے ہیں اور دین و دنیا کی جو پونجی بھی پاس ہوتی ہے بسا اوقات ساری کی ساری اس داؤں پر لگا دیتے ہیں کہ اگر یہ بازی جیت لی تو ماضی کے سارے نقصانات کی تلافی بھی ہو جائے گی اور مستقبل کی تمام کامیابیوں اور فتوحات کے دروازے بھی کھل جائیں گے۔

مناصب کے متعلق اسلامی تصور لیکن اسلام نے دنیا کے اس رجحانِ عام کے بالکل برعکس، ان عہدوں اور مناصب کو حقوق کی فہرست میں شمار کرنے کے بجائے امانت کی حیثیت دی ہے۔ اس وجہ سے ایک صحیح اسلامی ماحول کے اندر یہ عہدے اور مناصب چاہنے اور طلب کرنے کی چیز نہیں سمجھے جاتے بلکہ بچنے اور بھاگنے کی چیز خیال کیے جاتے ہیں۔ جو لوگ آخرت کی زندگی، قیامت کی بازپرس اور جزا و سزا کے تصور سے بالکل خالی ہوں ان کے لئے تو بلا شبہ ان چیزوں کے اندر بڑی کشش ہو سکتی ہے کیونکہ ان کے سامنے ان کے صرف روشن پہلو ہی ہوتے ہیں، ان کے تاریک پہلوؤں سے وہ بالکل ناواقف ہوتے ہیں۔ زندگی کی دوسری نعمتوں سے جس طرح بغیر کسی احساسِ ذمہ داری کے وہ متمتع ہوتے ہیں اور اپنے اس عیش کو فکرِ فردا کے اندیشوں سے مکدر نہیں ہونے دیتے اسی طرح ملکی اور قومی ذمہ داریوں کو بھی وہ کبھی ذمہ داری کی حیثیت سے نہیں اٹھاتے بلکہ ایک حق سمجھ کر لیتے ہیں اور جب تک ان کا بس چلتا ہے اسی حیثیت سے ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن ایک مسلمان جس کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور ہر ایک سے اس کے گلہ کی بابت پرسش ہوگی — مرد سے اس کی بیوی بچوں کے بابت سوال ہوگا، عورت سے اس کے شوہر اور اس کی اولاد کے متعلق سوال ہوگا۔ آقا سے اس کے غلام کے متعلق سوال ہوگا، حکمران سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا — وہ اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے کس طرح اس بات کی آرزو کر سکتا ہے کہ ان بہت سارے بوجھوں کے ساتھ جو پہلے سے اس پر لدے ہوتے ہیں، کسی شہر کا قاضی، کسی صوبہ کا والی یا کسی ملک کا امیر بنا کر اس شہر یا صوبہ یا ملک کا بوجھ بھی اس کی گردن پر لادا

جائے۔ یہ حماقت تو وہی شخص کر سکتا ہے جو اس زندگی کی ذمہ داریوں سے بالکل ناآشنا ہو، اور جو اپنے آپ کو بالکل فارغ البال پاتا ہو۔ ایک راستباز مسلمان جو اپنے فرائض سے اچھی طرح واقف ہے، ان پر مزید ذمہ داریوں کا اپنے دل میں خیال بھی نہیں لا سکتا چہ جائیکہ وہ ان کے لیے خم ٹھونک کر میدانِ مقابلہ میں آتے۔ جو ایسا کرے، دوسرے اسے پیش کریں اور سفارشیں بہم پہنچائیں تو وہ خود تو حتی الامکان ان سے دور ہی رہنے کی کوشش کریگا۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی امانت اس کے سپرد کر ہی دی جائے گی تو وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی آزمائش سمجھ کر اٹھائیگا اور ہمیشہ اس بات کیلئے سر دھڑ کی بازی لگا دے گا کہ قیامت کے دن یہ امانت اس کے لئے ذلت و رسوائی کا سبب نہ بنے۔ اسی حقیقت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو سمجھایا تھا جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حکومت کے کسی عہدے کے لئے درخواست کی تھی۔

> حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھ کو کسی عہدہ پر مقرر کیا جائے۔ آنحضرت نے ان کو جواب دیا: ابوذر! تم کمزور ہو، یہ بڑی امانت ہے، اور تم ایک کمزور آدمی ہو، قیامت کے دن یہ امانت رسوائی و ندامت کا سبب ہوگی، مگر اس شخص کے لئے نہیں جو اس کے حق کے ساتھ اس کو اٹھائے اور اس میں جو ذمہ داریاں اس پر عائد ہوں ان کو ادا کرے۔ (مسلم، مختصر شرح کتاب الامارۃ، باب کراہۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ)

خدا کی امانت | صرف اتنا ہی نہیں کہ اسلام نے ان عہدوں اور مناصب کو امانت قرار دیا ہے بلکہ ان کو خدا کی امانت قرار دیا ہے۔ تمام دنیوی حکومتوں میں اول تو یہ امانت کا تصور، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، سرے سے موجود ہی نہیں ہے اور اگر کہیں کوئی دھندلا سا تصور ہے بھی تو وہ قومی امانت کا ہے۔ اس وجہ سے جہاں قومی حمیت پُرزور ہوتی ہے یا قوم کے احتساب کا ذریعہ قوی ہوتا ہے وہاں تو امانت داری کی ذمہ داری ایک حد تک برت لی جاتی ہے لیکن جہاں حمیت قومی یا احتساب کا خطرہ موجود نہ ہو وہاں ہر طرح کی خیانت کے لئے ہاتھ پاؤں بھی آزاد ہو جاتے ہیں اور ضمیر بھی بالکل بے حس ہو جاتا ہے لیکن اسلام نے ان کو خدا کی امانت قرار دے کر ان کی نگرانی کے لئے دوہرے پہرے بٹھا دیئے ہیں۔ قوم کی نگاہیں چوک سکتی ہیں لیکن خدا کی نگاہ سے کوئی مخفی سے مخفی خیانت بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ وہ خیانتوں اور بدخواہیوں کو دیکھتا بھی ہے اور امانت داریوں میں جس حد تک خلوص یا ریا ہے ان کو اچھی طرح پرکھتا بھی ہے اور اسی خلوص اور ریا کے لحاظ سے ہر چیز کی قیمت ٹھہرائے گا اور ہر ایک کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ اس

دوسرے احتساب کے خوف کا یہ اثر ہے کہ جن عہدوں اور مناصب کے لئے جاہلی نظاموں میں بڑے بڑے مقابلے ہوتے ہیں اور ہر شخص ان کو جیتنے کے عشق میں سب کچھ ہارنے کے ارادے سے میدان میں اترتا ہے، ایک صحیح اسلامی ماحول کے اندر اس "متاعِ کسر مخر" کے قبول کرنے والے بڑی مشکلوں سے ڈھونڈنے پڑتے ہیں جن اسامیوں کے لئے پبلی، اے ایس، اور پی سی ایس کی قسم کے کثیر المصارف امتحانات مقابلہ رکھے گئے ہیں لیکن اس کے باوجود لوگوں کے شوق وطلب کا یہ عالم ہوتا ہے کہ بالآخر امیدواروں کے حق کا فیصلہ قابلیت کی کسوٹی کے بجائے رشوت اور سفارش ہی کے معیارات سے کرنا پڑتا ہے، ان اسامیوں کے لئے اس ماحول میں جہاں اسلامی ذہنیت نشوونما پاچکی ہو، اہل اشخاص کی منتیں کی جاتی ہیں تب کہیں جاکر لوگ یہ کانٹوں کے تاج پہننے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ ذیل میں ہم چند حدیثیں درج کرتے ہیں جن سے اندازہ ہو سکیگا کہ دنیا کے بازاروں کی اس سب سے زیادہ محبوب ومطلوب اور گرانقدر جنس کی قدرو قیمت کا اسلامی بازار میں کیا حال ہے:۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے جج بنایا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا" (رواہ الخمسۃ الا النسائی)

"ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے وہ قیامت کے روز روکا جائے گا۔ ایک فرشتہ اس کی پشت سر کو پکڑے ہوئے اسکو جہنم کے کنارے پر روکے گا۔ پھر اس کے سر کو اللہ کی طرف اٹھائے گا۔ اگر وہ حکم دے گا کہ اسکو پھینک دے تو وہ اسکو ایک کھڈ میں پھینک دے گا اور وہ چالیس سال کی مسافت کی گہرائی میں گر جائے گا" (رواہ احمد وابن ماجہ بمعناہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاکموں کے لئے ہلاکی ہے، چودھریوں (عرفا) کے لئے ہلاکی ہے، متولیوں (امنا) کے لئے ہلاکی ہے۔ قیامت کے دن بہت سے لوگ ہوں گے جو تمنائیں کریں گے کہ کاش ان کی چوٹیاں ثریا سے بندھی ہوتیں اور وہ آسمان وزمین کے درمیان لٹکے ہوئے ہوتے اگر کسی ذمہ داری کے عہدے پر نہ مقرر کئے گئے ہوتے"

ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دس یا اس سے زیادہ آدمیوں کے معاملات کا ذمہ دار ہے وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح آئیگا کہ اس کے ہاتھ اسکی گردن

کے ساتھ بندھے ہوئے ہونگے - پھر یا تو اسکی نیکی اس کو آزادی دلائے گی یا اُسکے گناہ اسکو ہلاک کریں گے

اس (امارت) کا آغاز ملامت، اس کا وسط ندامت اور اس کا آخر قیامت کے دن رسوائی ہے"۔

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے : ایک زمانہ آئیگا کہ تم لوگ امارت (سرداری) کی حرص کروگے حالانکہ یہ قیامت کے دن ندامت کا سبب ہوگی۔ یہ کیا ہی اچھی دودھ پلانے والی اور کیا ہی بُری دودھ چھڑانے والی ہے"۔[1]

(احمد، بخاری، نسائی)

اس میں شبہ نہیں کہ یہ سارے ڈراوے اُن لوگوں کیلئے ہیں جو کسی عہدہ کی ذمہ داریاں اسکو اٹھانے کے بعد ادا نہ کریں۔ رہے وہ لوگ جو ان کی ذمہ داریاں ٹھیک ٹھیک ادا کردیں تو اُن کے اجر و ثواب کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ

"انصاف کرنے والے (امراء اور حکام) نور کے منبروں پر اللہ تعالیٰ کے داہنے بیٹھے ہوئے ہونگے اور جو لوگ اپنے فیصلہ میں، اپنے اہل و عیال میں، اور اپنے دائرۂ اقتدار میں انصاف کرتے ہیں اُن کی آستینوں میں خدا کے ہاتھ میں"۔ (رواہ احمد و مسلم)

لیکن اسکے باوجود ان سخت وعیدوں سے جو شخص واقف ہوگا وہ اپنے آپکو خود کس طرح اس بات کیلئے پیش کریگا کہ اسکو بغیر چھری کے ذبح کردیا جائے۔

عہدوں کے طالب خائن ہیں

اس تصور کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو لوگ عہدوں اور مناصب کے لئے بھاگ دوڑ کرتے ہیں، اسلامی ماحول کے اندر وہ متہم اور خائن خیال کئے جاتے ہیں اور بسا اوقات ان کا یہ فعل ہی انکو اس عہدے کے لئے نااہل قرار دینے کے واسطے کافی سمجھا جاتا ہے۔ اتنی بڑی آزمائش میں پڑنے کے لئے جو شخص اپنے آپ کو خود پیش کرتا ہے وہ دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو وہ اپنی ذمہ داری اور اس کے دور رس نتائج سے بالکل ناواقف ہے یا اسکی نیت میں فتور ہے اور وہ اپنی خواہش سے بے بس ہو گیا ہے۔ اگر پہلی صورت ہے تو ایسا شخص امتحان میں پڑنے کے بعد ممکن ہے کہ اپنے آپ کو ترغیبات کے فتنوں سے بچا سکے۔ جب کوئی آزمائش سامنے آجائے گی اس کے قدم ضرور لڑکھڑا جائیں گے۔ اور اگر دوسری شکل ہے تو ایسا شخص پہلے مرحلہ ہی پر خائن اور بد دیانت ہے۔ اسکو کوئی ذمہ داری سونپنا گویا چور کو کوتوال بنانا ہے۔ اس وجہ اسلام میں عہدہ کی طلب کو ایک مستقل دلیل نااہلیت قرار دے دیا گیا ہے۔

---

[1] یعنی اس کا آغاز نہایت دلکش اور لذیذ لیکن اس کا انجام اپنی ذمہ داریوں کے لحاظ سے نہایت ہولناک ہے۔

"حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ دو آدمی میرے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک نے کہا کہ ہم اس لئے حاضر ہوتے ہیں کہ آپ ہمیں حکومت کے کسی منصب پر مقرر فرمائیں۔ دوسرے نے بھی اسی قسم کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ان اخونکم عندنا من طلبہ (ہمارے نزدیک تم میں سب سے بڑا خائن وہ ہے جو کوئی عہدہ طلب کرے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ فلم یستعن بھما حتیٰ مات، آنحضرتؐ نے ان دونوں سے کبھی کوئی کام نہیں سپرد فرمایا یہاں تک کہ آپ نے وفات فرمائی۔"

(ابو داؤد، کتاب الخراج والفئی والامارہ)

طلب کر کے عہدہ پانے والے خدا کی مدد سے محروم ہیں

عہدوں کے امانت اور آزمائش ہونے کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی تو مدد فرماتا ہے جو خود تو ان سے بھاگنے والے ہوتے ہیں اور اس کے باوجود کسی عہدہ کی ذمہ داری ان پر آپڑتی ہے لیکن اُن لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے جو خود اپنے آپ کو کسی عہدہ کے لئے پیش کرتے ہیں اور اس سے ڈرنے اور بھاگنے کے بجائے دوڑ دوڑ کر اسکو اپنے گلے باندھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا عام قانون یہ ہے کہ جو آزمائش وہ اپنی طرف سے بندوں پر ڈالتا ہے اس میں ان کی مدد فرماتا ہے اور اگر وہ اس سے ٹھیک ٹھیک عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کی اس کوشش میں کامیابی بھی عطا فرماتا ہے۔ لیکن اگر کسی آزمائش میں ڈالے جانے کے لئے کوئی شخص اپنے آپ کو خود پیش کرتا ہے تو وہ اسکو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور مدد فرمانے کے بجائے بالکل غیر جانبدار ہو کر دیکھتا ہے کہ جس ذمہ داری کو اس نے اتنے شوق سے اٹھایا ہے اسکو کس حد تک سنبھالتا ہے اور کیا بناتا ہے۔

"عبدالرحمٰن بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن بن سمرہ امارت کے طالب نہ بنو۔ اگر بے مانگے تمہیں ملی تو اس کام میں خدا کی طرف سے تمہاری مدد کی جائے گی اور اگر اس کو مانگ کر لو گے تو تم اسکے حوالے کر دیئے جاؤ گے۔" (متفق علیہ)

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خود اس بات کا طالب ہوتا ہے کہ اسکو قاضی بنایا جائے اسکو اس کے نفس کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور جو شخص اس عہدہ کو قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے اس پر ایک فرشتہ اترتا ہے جو اسکی رہنمائی کرتا رہتا ہے۔" (رواہ الخمسۃ الا النسائی)

ذمہ داری کا احساس

یہی وجہ ہے کہ خدا کے صالح بندے ہمیشہ عہدوں اور ذمہ داریوں سے بھاگتے رہے ہیں اور اگر ان پر اس قسم کا کوئی بوجھ ان کی خواہش کے خلاف ڈال دیا گیا ہے تو ان کی ساری زندگی اس بوجھ کے نیچے دب کے رہ گئی ہے۔ ان کے لئے نہ کھانے پینے میں کوئی لذت باقی رہ گئی، نہ سونے میں کوئی راحت۔ نہ بیوی بچوں کے اندر ان کے لئے کوئی خوشی رہ گئی، نہ دوست و احباب کے اندر کوئی دلچسپی۔ ایک معزز عہدے کے ملنے پر خوشیاں منانا اور جشن کرنا تو الگ رہا، زندگی کی جو تھوڑی بہت آزادیاں انہیں میسر تھیں وہ بھی ان سے چھن گئیں۔ اس منصب کے ذریعہ سے بیوی بچوں کے گرد و پیش اور اعزہ و اقربا کے شان و اعزاز میں چار چاند لگانا تو درکنار، اب تک اپنی انفرادی سعی سے جو خدمت ان کی بن آتی تھی اس منصب کی ذمہ داریوں نے اس سے بھی ان کو محروم کر چھوڑا۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کے دین اور ملّت کی خدمت کے لئے وقف ہو گیا۔ ان کے عزیز و قریب سب جیتے جی ان سے بیگانہ ہو کے رہ گئے۔ سب سو رہے ہیں، وہ جاگ رہے ہیں۔ سب بے فکر ہیں، وہ سب کے لئے فکر مند اور غمگین ہیں۔ سب اپنی اور اپنے بال بچوں کی خوشیوں کے اسباب فراہم کرنے میں منہمک ہیں اور وہ ساری خدائی کا بوجھ اپنے سر پر اٹھائے ہوئے نہ رات کے سکون سے آشنا ہیں نہ دن کی دلچسپیوں سے۔ یہاں ہم ان لوگوں کے احساسات کا ایک ہلکا سا عکس پیش کرنے کی کوشش کریں گے جو ان ذمہ داریوں کی صحیح اہمیت سے واقف تھے اور قوم کی طرف سے جو خدمت ان کے سپرد کی گئی تھی اسکو مومنانہ دیانت کے ساتھ ادا کرنا چاہتے تھے۔ اس سے اندازہ ہو سکیگا کہ جن بستروں پر لیٹ کر دنیا نے عیش کے مزے لوٹے ہیں انہی بستروں پر خدا کے احساس رکھنے والے بندوں نے کیسی بے چین راتیں گذاری ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر رضؓ کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا تو ان کو بلا کر مندرجہ ذیل نصیحت فرمائی:۔

"میں تم کو ایک نصیحت کرتا ہوں، اگر تم اسکو یاد رکھوگے تو موت سے زیادہ کوئی چیز تم کو محبوب نہ ہوگی اور وہ لازماً آنی ہے اور اگر تم اسکو بھلا دوگے تو موت سے زیادہ کوئی چیز تمہارے نزدیک مبغوض نہ ہوگی حالانکہ تم اس سے کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ تم پر اللہ تعالےٰ کے حقوق رات میں ہیں جنکو وہ دن میں قبول نہیں کریگا، اور کچھ حقوق دن میں ہیں جنکو وہ رات میں نہیں قبول فرمائے گا۔ اور وہ نفل نہیں قبول کرے گا جب تک تم فرائض نہ ادا کر لوگے۔

ہلکی میزان دراصل ان لوگوں کی ہے جن کی میزان قیامت کے روز اس وجہ سے ہلکی ہو کہ انہوں نے دنیا میں باطل کی پیروی کی جو ہلکا اور بے وزن ہے اور جس میزان میں باطل رکھا گیا ہے اس کے لئے یہی زیبا ہے کہ وہ ہلکی ہو۔ اور بھاری میزان دراصل ان لوگوں کی میزان ہے جو قیامت کے دن اس وجہ سے بھاری ہو کہ انہوں نے دنیا میں حق کی پیروی کی جو بھاری ہے اور جس میزان میں صرف حق رکھا گیا ہے اس کے لئے یہی زیبا ہے کہ وہ بھاری رہے۔ اگر تم نے میری یہ نصیحت یاد رکھی تو موت سے زیادہ کوئی غائب تم کو محبوب نہ ہوگا اور وہ بہر حال آ کے رہیگی اور اگر تم نے یہ نصیحت بھلا دی تو کوئی غایب تم کو موت سے زیادہ مبغوض نہ ہوگا اور تم اس سے بھاگ نہ سکوگے۔"

اسماء بنت عمیس (حضرت ابوبکر کی بیوی) سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے یہ بھی فرمایا:۔

"میں اپنے پیچھے جو عظیم الشان ذمہ داری چھوڑ کے جا رہا ہوں اسکو سامنے رکھکر میں نے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے اور دیکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اپنی ذات پر ہم کو اور اپنے بیوی بچوں کو ترجیح دیتے تھے یہاں تک کہ حضورؐ کے بخشے ہوئے عطیوں کے بچے ہوئے حصہ میں سے ہم حضور ہی کے بیوی بچوں کو ہدیے بھیجتے تھے۔ اور تم نے میری بھی صحبت اٹھائی ہے، اور یہ دیکھا ہے کہ میں نے اپنے پیشرو کی کس طرح پیروی کی ہے۔ واللہ ما نمت فحلمت، ولا توہمت فسھوت وانی لعلی السبیل ما زغت۔ (خدا کی قسم میں کبھی غافل ہو کے نہیں سویا کہ مجھے خواب نظر آتے اور نہ میں نے ہوا میں قلعے بنائے کہ میں بھٹکتا۔ میں سیدھے راستہ پر قائم رہا اس سے کج نہیں ہوا) اور سب سے پہلی چیز جس سے اے عمر میں تم کو ڈراتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہر نفس کی ایک خاص طرح کی خواہش ہوتی ہے۔ اگر اسکی وہ خواہش پوری کر دی جاتی ہے تو پھر وہ دوسری کے لئے پاؤں پھیلاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے اُن لوگوں سے ہوشیار رہنا جن کے پیٹ طرح طرح کے ارمانوں سے پھولے ہوئے ہیں اور جن کے دماغ اونچی اونچی فضاؤں میں پرواز کر رہے ہیں اور جن میں سے ہر شخص اپنی ذات کی بلندی کا خواہاں ہے۔ انہی میں سے ایک کی لغزش کی وجہ سے ان کو ایک سخت حیرانی اور سرگشتگی پیش آنیوالی[1] ہے۔ پس خبردار تم وہ شخص نہ بننا۔ اور اس بات کو خوب یاد رکھو کہ جب تک تم اللہ سے ڈرتے رہو گے یہ لوگ

[1] یہ اس فتنہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عثمان غنی رض کے زمانہ میں پیش آیا۔

تم سے ڈرتے رہیں گے اور جب تک تم سیدھے راستہ پر ہو گے یہ لوگ تمہارے لئے سیدھے رہیں گے۔"

(ص ۶-۷، کتاب الخراج قاضی ابو یوسف)

حضرت عمرؓ نے اس بار کو جیسا کچھ محسوس کیا اس کا ایک سرسری اندازہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ایک بیان سے ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

"جب حضرت عمرؓ کو خنجر مارا گیا میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ امیرالمومنین! جنت کی بشارت قبول کیجئے جس وقت لوگوں نے کفر کیا آپ نے اسلام قبول کیا جس وقت لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑا آپ نے ان کے ساتھ ہو کر جہاد کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت دنیا سے رخصت ہوئے آپ سے راضی تھے۔ آپ کی خلافت کے بارہ میں دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا اور اب آپ کی موت شہادت کی موت ہو رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے سب کچھ سننے کے بعد فرمایا: جو کچھ کہا ہے ذرا اسکو پھر دہراؤ۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ انہوں نے میری پوری بات سننے کے بعد فرمایا: اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ زمین میں جتنا سیم وزر بھی ہے اگر وہ سارا کا سارا مجھے مل جائے تو میں ظاہر ہونے والے دن کے ہول سے بچنے کے لئے فدیہ میں دے دوں گا۔"

(ص ۷-۸ - کتاب الخراج ایضاً)

حضرت عمرؓ کی زندگی کا ہر واقعہ اس بات کی شہادت ہے کہ انہوں نے خلافت کی ذمہ داریوں کو ویسا ہی کچھ محسوس کیا جیسا ان کو محسوس کرنے کا حق تھا۔ بہت سارے واقعات نقل کرنے میں طوالت ہو گی۔ ہم صرف اس زمانہ کے بعض واقعات نقل کرنے پر اکتفا کریں گے جس زمانہ میں عام الرمادہ کا مشہور قحط واقع ہوا۔ اس قحط نے اس حقیقت کو پوری طرح آشکارا کر دیا کہ ایک اسلامی حکومت کے امیر کی ذمہ داری فی الواقع کیا ہے اور حضرت عمرؓ نے اسکو کس طرح محسوس کیا۔ یہ واقعات میں مصر کے مشہور عالم محمد حسین ہیکل کی کتاب "الفاروق عمر" سے یہ اطمینان کر لینے کے بعد نقل کر رہا ہوں کہ انہوں نے یہ قابل اعتماد کتابوں سے لئے ہیں۔

"عام الرمادہ میں لوگوں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ کا سرخ و سفید رنگ، بالکل سیاہ پڑ گیا ہے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ زمانہ قحط میں رعایا کی تکلیف میں شریک ہونے کے خیال سے انہوں نے اپنے اوپر گھی اور دودھ وغیرہ کی قسم کی چیزیں بالکل حرام کر لی تھیں۔ زیادہ تر بھوکے رہتے۔ یہاں تک کہ لوگ ان کی حالت دیکھ کر

کہنے لگ گئے کہ اگر قحط دور نہ ہوا تو حضرت عمرؓ کو رعایا کا غم ہلاک کر ڈالے گا"۔

"قحط کے زمانہ میں حضرت عمرؓ نے گھر میں کھانا کھانا ترک کر دیا۔ باہر بھوکوں کو کھلانے کے لئے جو کچھ پکاتے وہی کھانا عام لوگوں کے ساتھ خود بھی کھا لیتے"۔

قحط کی شدت جب بہت بڑھ چکی تھی، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے سامنے گھی میں چوری کی ہوئی روٹی لائی گئی۔ انہوں نے ایک بدو کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیا۔ بدو تھالی کے اندر گھی کے ذرے ایک ایک کر کے تلاش کرتا۔ حضرت عمرؓ نے اس کا یہ حال دیکھ کر فرمایا، شاید تمہیں گھی بہت مدت سے کھانے کو نہیں ملا ہے؟ اس نے کہا، ہاں اے امیر المومنین، اتنی مدت سے (اس نے کچھ مدت متعین کر کے بتائی) نہ گھی کھایا، نہ کوئی اور روغن اور نہ کسی کھانے والے ہی کو دیکھا۔ حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو اس قدر متاثر ہوئے کہ قسم کھا لی کہ جب تک قحط دور نہ ہوگا، نہ گوشت کھاؤں گا اور نہ گھی اور اس عہد پر اس وقت تک قائم رہے جب تک قحط دور نہ ہو گیا"۔

"اس عہد پر اس مضبوطی کے ساتھ قائم رہے کہ ایک روز بازار میں دودھ اور گھی بکنے آیا۔ ان کے غلام نے چالیس درم میں اسکو خرید لیا۔ لیکن جب ان کو جا کر اس واقعہ کی اطلاع دی تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ تم نے بہت گراں خریدا۔ جاؤ اسکو صدقہ کر دو۔ میں اتنا اسراف کر کے کوئی چیز نہیں کھاؤں گا۔ اس کے بعد کچھ دیر سر جھکائے کھڑے رہے اور پھر بولے، کیف یعنینی شان الرعیۃ اذا لم یمسسنی ما یمسہم (مجھے رعایا کے دکھ کا کیا اندازہ ہوگا اگر مجھ پر وہی کچھ نہ گذرے جو ان پر گذر رہی ہے)"۔

اس زمانہ میں جو سختیاں حضرت عمرؓ نے اپنی جان پر برداشت کیں اور جو سختیاں اپنے بیوی بچوں پر ڈالیں ان کے بہت سے واقعات ابن سعد نے "طبقات" میں روایت کئے ہیں۔ ان میں سے بعض یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ ان کے سامنے گھی میں پکا ہوا گوشت لایا گیا۔ اس کے کھانے سے یہ کہ کر انہوں نے انکار کر دیا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک بجائے خود سالن ہے۔ پھر اس اسراف کی کیا ضرورت تھی؟"

"ایک شخص سے پینے کے لئے پانی مانگا۔ اتفاق سے اس کے پاس شہد موجود تھا اس نے وہ پیش کر دیا۔ آپ نے اسکو واپس کر دیا کہ میں اسکو قیامت کے روز حساب میں شامل نہیں کرنا چاہتا"

"اپنے بچوں میں سے کسی کے ہاتھ میں خربوزے کی ایک پھانک دیکھ لی۔ اس کے پیچھے بھاگے کہ امیرالمومنین کے فرزند ہو کر تم خربوزے اڑا رہے ہو اور امتِ محمدؐ تباہ ہو رہی ہے! بچہ روتا ہوا گھر میں بھاگا۔ جب ان کے علم میں یہ بات لائی گئی کہ یہ خربوزہ ایک کف دست کھجور کی گٹھلیاں دے کر خریدا گیا ہے تب کہیں جا کر مطمئن ہوئے"

"ایک عورت کو دیکھا کہ راشن میں جو آٹا دیا گیا اسکو ملا ہے اسے ملا کر کچھ بنا رہی ہے لیکن اس سے بن نہیں رہا ہے فرمایا اس طرح نہیں اس طرح بناؤ اور یہ کہ کر اس کے پاس بیٹھ کر خود بنانے لگے"

"حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ گھی کا برتن اور آٹے کی بوری لئے ہوئے ہیں۔ رستے میں کچھ بھوکے لوگ نظر آئے تو ان کو خود پکا کر کھلایا"

"قحط کی شدت کے نو مہینوں میں یہ معمول رہا کہ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر گھر میں داخل ہوتے اور آخر شب تک گریہ وزاری میں مشغول رہتے اور دعا کرتے کہ اے اللہ اس امت کی تباہی میرے ہاتھوں نہ ہو۔ لیکن جب یہ دعا قبول نہ ہوئی اور آسمان سے پانی کی ایک بوند بھی نہ ٹپکی تو اپنے عمال کو لکھا کہ ایک معین دن میں لوگوں کو لے کر نکلو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اس قحط کو دور فرمائے۔ خود بھی لوگوں کو لے کر نکلے۔ سر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک تھی۔ نماز کی جگہ پہنچ کر سب نے خوب رو رو کر دعائیں کیں۔ حضرت عمرؓ خود اس قدر روئے کہ ان کی ڈاڑھی تر ہو گئی عباس بن عبدالمطلب پہلو میں کھڑے تھے حضرت عمرؓ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور سر آسمان کی طرف اٹھا کر کہا اے اللہ ہم تیرے رسول کے چچا کو تیرے حضور سفارشی بناتے ہیں حضرت عباسؓ نے بھی خوب رو رو کے دعا کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی"

جس شخص نے اپنی ذمہ داریوں کو اس گرمی اور بے نفسی کے ساتھ ادا کیا کہ اسکی کوئی اور مثال اس کے پیشرو کے سوا تاریخ میں نہیں ملتی وہ یہ سب کچھ کرنے کے باوجود ایک لمحہ کے لئے بھی مطمئن نہیں ہوا کہ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ وہ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی اور آپ دنیا سے جب تشریف لے گئے

تو مجھ سے راضی تھے، میں نے ابوبکرؓ کی صحبت اٹھائی اور وہ بھی مجھ سے مطمئن گئے۔ مجھے کسی بات کی بھی پریشانی نہیں ہے۔ بس مجھے اگر کوئی پریشانی ہے تو اس امارت کی ذمہ داریوں کی پریشانی ہے۔ ان کے لئے اس قدر پریشان رہتے کہ نہ شب میں آرام فرماتے نہ دن میں۔ جب بعض لوگوں نے توجہ دلائی کہ آپ کی یہ بےآرامی آپ کو کھا جائے گی تو فرمایا، کیا کروں اگر شب میں آرام کروں تو میں تباہ ہو جاؤں گا اور اگر دن میں آرام کروں تو رعایا تباہ ہو جائیگی۔ اور ان تمام جاں بازیوں کا دنیا میں تو کوئی صلہ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، انہوں نے قبول نہیں فرمایا لیکن آخرت میں بھی کسی بڑے صلہ کے متمنی نہ تھے۔ بار بار یہی فرماتے تھے کہ برابر سرابر پر چھوٹ جاؤں تو بہت ہے۔ آخری حج کے موقع پر منیٰ میں ایک جگہ چادر زمین پر بچھادی اور اس پر لیٹ گئے اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر نہایت رقت کے ساتھ یہ دعا فرمائی:-

اللّٰھم کبرت سنی ورق عظمی وضعفت	اے خدا! میں بوڑھا ہوگیا، میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں۔
قوتی وانتشرت رعیتی فاقبضنی الیک غیر	میری قوت کمزور ہوگئی، میری رعایا بہت پھیل گئی ہے
عاجز ولا ملوم -	اب تو مجھے اپنے پاس اس حال میں بلا لے کہ میں نہ
	قاصر ہوں اور نہ سزاوار ملامت۔

اس ذمہ داری کے احساس کا یہ عالم تھا کہ وفات کے وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ آپ کا سر اپنی ران پر لئے ہوئے بیٹھے تھے۔ جب حضرت عمرؓ نے محسوس فرمایا کہ اب آخری وقت آن پہنچا ہے تو بیٹے سے فرمایا کہ میرا منہ زمین پر رکھ دو۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا میری ران اور زمین دونوں یکساں ہیں۔ تیز ہو کر بولے نہیں میرا منہ زمین پر رکھ دو۔ جب انہوں نے منہ زمین پر رکھ دیا تو پاؤں برابر کر لئے اور فرمایا میری اور میری ماں کی تباہی ہے اگر اللہ نے میری مغفرت نہ فرمائی۔ اور یہی کہتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد فرمائی۔

خلفائے بنی امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اسلام اور اسلامی نظام کی روح سے اچھی طرح واقف تھے۔ ان پر جب امارت کا بار گراں ڈالا گیا تو اس کی ذمہ داریوں کے احساس نے ان کا جو حال کیا اور ان کی خلافت سے پہلے اور خلافت کے بعد کی زندگی میں جو عظیم الشان فرق واقع ہوا اس کا ایک سرسری اندازہ ذیل کے بیانات سے ہو سکیگا۔

"مدینہ کے ایک شخص روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ میں دیکھا تھا وہ سب سے زیادہ خوش پوشاک، سب سے زیادہ خوشبو لگانے والے اور سب سے زیادہ اکڑ کر چلنے والے تھے۔ پھر میں نے ان کو خلیفہ ہونے کے بعد

دیکھا کہ ان کا چلنا بالکل ذیبل کے چلنے کی طرح ہوگیا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ دعوے کرے کہ انداز رفتار ایک فطری چیز ہے، اس میں تغیر ممکن نہیں ہے، تو حضرت عمر بن عبدالعزیز کا تغیر حال اس دعوے کی کھلی ہوئی تردید ہے ؟

(کتاب الخراج قاضی ابو یوسف ص۱)

محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ :-

"جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا۔ میں مدینہ میں تھا۔ حاضر خدمت ہوا تو ان کو دیکھ کر مجھے اس قدر حیرانی ہوئی کہ فرط حیرت سے میری نظر ان کے چہرہ پر گڑ گئی۔ بیری اس حیرت کو محسوس کر کے بولے، ابن کعب کیا بات ہے تم پہلے کبھی مجھ کو اس طرح نہیں دیکھا کرتے تھے ؟ میں نے عرض کیا آپ کی حالت پہ تعجب کر رہا ہوں۔ پوچھا میری کس حالت پر ؟ میں نے عرض کیا آپ کے چہرہ کی بے رونقی پر، آپ کے جسم کی کمزوری پر، آپ کے بالوں کے جھڑ جانے پر! فرمایا تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم چند دنوں کے بعد مجھ کو قبر میں لٹا دیا گیا، میرے پپوٹے میرے گالوں پر بہ گئے اور میرے نتھنوں سے خون اور پیپ جاری ہے ؟ اس وقت تو تمہاری حیرانی کی کوئی حد نہیں رہے گی !" (کتاب الخراج ص۱)

"حضرت عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو وہ بیٹھے تو اس عظیم الشان ذمہ داری کے افکار دلالام پر غور کرتے رہے۔ پھر لوگوں کے معاملات کی دیکھ بھال اور نظام کے ٹھانے میں مصروف ہوئے اور اس سرگرمی سے مشغول ہوئے کہ اس سرگرمی نے خود اپنی ذات سے ان کو بالکل غافل کر دیا اور اسی حالت میں جان اپنے پروردگار کے حوالہ کی۔ ان کی وفات کے بعد کچھ علماء و فقہاء ان کی بیوی کے پاس تعزیت کے لئے آئے اور ان کی وفات سے مسلمانوں پہ جو عظیم الشان مصیبت نازل ہوئی تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے ان لوگوں نے ان کے کچھ حالات بیوی سے دریافت کیے کہ آدمی کے حالات سے سب سے زیادہ باخبر اس کی بیوی ہوتی ہے۔ فرمایا - کہ نمازیں پڑھنے اور روزے رکھنے میں وہ آپ لوگوں میں سے کسی سے بڑھ کر نہیں تھے لیکن میں نے کوئی شخص ان سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا نہیں دیکھا۔ انہوں نے اپنے جسم اور دماغ کو خلق کی خدمت کے لئے بالکل فارغ کر لیا تھا۔ وہ دن بھر خلافت کے فرائض انجام دینے میں منہمک رہتے اور اگر کام شام تک ختم نہ ہو پاتا تو اس کو رات میں لے بیٹھتے۔ ایک دن کا قصہ ہے کہ کام شام تک پورا کر لیا۔ پھر رات میں چراغ منگا جو ان کے ذاتی خرچ پر جلتا تھا۔ دو رکعت نماز پڑھی اور ہاتھ

ٹھوڑی کے نیچے رکھ کے بیٹھ گئے۔ آنسو رخسار پر بہ رہے تھے۔ اسی حالت میں فجر ہوگئی اور صبح کو روزہ کی نیت کرلی۔ میں نے عرض کی، امیرالمومنین، رات کوئی خاص بات ہوئی جس کے سبب سے میں نے آپ کا یہ حال دیکھا۔ فرمایا ہاں تمہیں معلوم ہے کہ میں اس قوم کے تمام سیاہ و سفید کا ذمہ دار بنا دیا گیا ہوں۔ اس ذمہ داری کی وجہ سے مجھے وہ مسافر، غریب اور مظلوم قیدی اور اس طرح کے دوسرے لوگ یاد آئے جو اس ملک کے مختلف گوشوں میں کس مپرسی اور پریشانی کے حال میں ہوں گے۔ میں نے خیال کیا کہ اللہ تعالےٰ ان کے بارے میں کل مجھ سے سوال کرنے والا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کے وکیل بن کر مجھ سے حجت کریں گے۔ مجھے ڈر ہوا کہ نہ اللہ کے سامنے میرا کوئی عذر کام دے گا اور نہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے میری کوئی حجت چلے گی۔ اس خیال سے مجھے اپنے بارے میں بڑی پریشانی ہوئی۔"

پھر وہ فرماتی ہیں:۔

"خدا کی قسم، عمر (عمر بن عبدالعزیز) اس حال میں ہوتے جس حال میں مرد اپنی بیوی کے ساتھ نہایت خوش ہوتا ہے کہ دفعۃً ان کو اللہ تعالےٰ کی کوئی بات یاد آجاتی اور وہ اس طرح تڑپنے لگتے جس طرح وہ گوریا جو پانی میں گر پڑی ہو۔ پھر ان کی چیخ نکل پڑتی۔ میں ان کا یہ حال دیکھ کر لحاف ہٹا دیتی۔ وہ فرماتے کاش میرے درمیان اور اس خلافت کے درمیان مشرق اور مغرب کی دوری ہوتی۔" (کتاب الخراج صفحہ ۱۰۹)

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ نے اپنے زمانہ کے مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید کو اس کی ذمہ داریوں کے بارہ میں جو نصیحتیں کی ہیں اس سلسلہ میں ان کا جان لینا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اس سے ایک طرف تو یہ اندازہ ہوگا کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ محض چند افراد کے انفرادی رجحانات کا مظاہرہ نہیں ہے بلکہ مسئلہ کی دینی اور علمی حیثیت بھی یہی ہے، اس کے سوا کوئی اور روش اگر کوئی شخص اختیار کرتا ہے تو صرف یہی نہیں کہ وہ اچھے لوگوں کی روش کے خلاف ایک رویہ اختیار کرتا ہے بلکہ اس کی یہ روش اسلام اور اس کے تقاضوں کے بھی خلاف ہے اور دوسری طرف اس سے یہ اندازہ ہوگا کہ ہمارے سلف صالحین اپنے زمانہ کے با جبروت خلفاء کو نصیحت کرنے اور ان کو حق بات پہنچانے میں کتنے بے خوف تھے۔ قاضی ابو یوسف صاحب ہارون الرشید کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:۔

"اے امیرالمومنین، اللہ تعالےٰ نے آپ پر ایک بہت بڑی ذمہ داری ڈالی ہے جس کا ثواب بھی بہت بڑا ہے

اور جس کا عذاب بھی بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد اس امت کی خلافت کی ہے۔ اس وجہ سے آپ کو صبح و شام ان بہت سے لوگوں کی خدمت میں سرگرم رہنا پڑے گا جو آپ کی امانت میں دیئے گئے ہیں اور جن کے ذریعہ سے آپ کو آزمایا گیا ہے اور جن کے معاملات کا انتظام آپ کے سپرد کیا گیا ہے۔ اسکو خوب یاد رکھیے کہ جس عمارت کی بنیاد تقوے پر نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ اسکو اس کی بنیاد سے ہلا دے گا اور اس کے بنانے والے کے اوپر اسکو گرا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جو ذمہ داری آپ پر ڈالی ہے اسکو خدا کے حکم کی خلاف ورزی کر کے ضائع نہ کیجئے۔ قوت اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کرنے میں ہے۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں :-

"تم کل اللہ سے اس حال میں نہ ملو کہ تم اس کے راستہ سے ہٹ کر چلنے والوں میں گنے جاؤ کیونکہ روز جزا میں بدلہ دینے والا آدمیوں کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا، ان کے دنیاوی مدارج کے لحاظ سے بدلہ نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے سے آگاہ کر دیا ہے اس وجہ سے ہوشیار رہیئے اور اس بات کو خوب یاد رکھیے کہ اس نے آپ کو غیر مسئول نہیں بنایا ہے اس وجہ سے وہ آپ کو پرسش کے بغیر نہیں چھوڑے گا۔"

پردہ

(بار پنجم)

تالیف : سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی

قیمت : دو روپے آٹھ آنے

مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی مشہور کتاب "پردہ" کا پانچواں ایڈیشن شائع کیا گیا ہے۔ کتاب کے تعارف کے لئے مولف موصوف کا نام ہی کافی ہے۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ جماعت اسلامی۔ ذیلدار پارک، اچھرہ۔ لاہور